ابن کثیرؒ کی ایک نئی سوانح

(۲)

ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خاں ندوی

فصل دوم:

دوسری فصل ابن کثیر کی علمی سرگرمیوں کے بارے میں ہے، جس میں سب سے پہلے ان کو بقول سیوطی حفاظِ حدیث کے تیئسویں (۲۳) اور بقول حسینی چوبیسویں (۲۴) طبقہ میں شمار کیا گیا ہے، پھر دمشق سے باہر ان کے صرف دو سفروں کا تذکرہ ہے، یعنی حج کے لیے سفر حجاز ۷۳۱ھ اور سفر قدس ۷۳۳ھ [۸۰]، جبکہ ان کے اور سفروں کے بارے میں بھی خود ان کی تاریخ میں معلومات دستیاب ہیں:

۱۔ پہلا سفر بیت المقدس

خود ابن کثیر کے بیان کے مطابق ان کا پہلا سفر قدس ۷۲۳ھ میں ہوا تھا، جس میں انھوں نے حدیث و نحو کے ایک ماہر عالم الشیخ المقری ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم الانصاری القصری ثم السبتی المالکی (۶۵۳ - ۶۲۳ھ) سے علمی مسائل پر گفتگو کی تھی [۸۱]

۲۔ دوسرا سفر بیت المقدس

اور دوسرا سفر قدس جیسا کہ مؤلف نے ایک حوالہ سے بیان کیا ہے، حقیقتاً اس کے دو حوالے خود ابن کثیر کی تاریخ میں موجود ہیں [۸۲]

۳۔ سفر نابلس

دوسرے سفرِ قدس سے واپسی میں ابنِ کثیر ۷۳۳ھ میں نابلس بھی گئے تھے، جیسے کہ انھوں نے خود وضاحت کی ہے، اور وہاں انھوں نے اپنے استاد شمس الدین ابو محمد عبداللہ بن نعمۃ المقدسی النابلسی (۷۴۹ - ۷۳۷ھ) سے بہت اجزا و فوائد پڑھے [۸۳]

اسی طرح ابن کثیر نے بعلبک کے دو سفر کیے جیسا کہ انھوں نے خود اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے:

۴۔ پہلا سفر بعلبک

پہلا سفر بعلبک ۷۵۵ھ میں امیر ناصر الدین ابن الاقوس کو بعلبک کی گورنری کی مبارکباد دینے کے لئے کیا تھا۔[۸۴]

۵۔ دوسرا سفر بعلبک

اور دوسرا سفر بعلبک ۷۶۱ھ[۸۵] میں غالباً ایک سچے مؤرخ کی حیثیت سے وہاں کے عظیم سیلاب کی تباہی و بربادی کا آنکھوں دیکھا حال اپنی تاریخ میں درج کرنے کے لیے کیا تھا۔

۶۔ سفر قاہرہ

صرف ابن فہد کے ہاں اس سفر کا حوالہ ملتا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ۷۵۶ھ میں جب تقی الدین السبکی (۶۸۳ - ۷۵۶ھ) دمشق سے قاہرہ واپس گئے تو "اس سفر میں حافظ عماد الدین ابن کثیر نے سبکی سے (حدیث) لکھی"۔[۸۶] مزید قرائنی شہادت کے طور پر پانچ مصری علماء کی ابن کثیر کو اجازت حدیث کی خبروں کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔[۸۷]

اس طرح ابن کثیر کے معلوم اسفار کی تعداد چھ ہو جاتی ہے۔ ان کی باقی نقل و حرکت اس وقت تک پردۂ غیب میں ہے۔ ممکن ہے اس زمانہ کی دیگر تاریخ و تراجم کی کتابیں اس پر مزید روشنی ڈالیں۔

"**معلم ابن کثیر**" کے ذیلی عنوان کے تحت ان علمی مراکز و مدارس و مساجد کا ذکر آیا ہے، جہاں ابن کثیر نے درس و تدریس کے فرائض انجام دیئے۔[۸۸] ان مدارس کی فہرست میں دو کا اور اضافہ کیا جاسکتا ہے:

۱۔ **المدرسة الفاضلية** کی مدرسی: ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابن کثیر کے بعد الفاضلیہ کی تدریس شمس الدین الموصلی (وفات ۷۷۴ھ) کو تفویض ہوئی۔[۸۹] یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ابن کثیر کو اس مدرسہ کی تدریس کب سپرد ہوئی تھی؟ اور کب تک انھوں نے اس کی خدمت کی؟

۲۔ **دار الحديث الاشرفية** کی صدر مدرسی: ابن قاضی شہبہ اور نعیمی کا بیان ہے کہ سبکی کی وفات کے بعد تھوڑی مدت کے لیے دار الحدیث الاشرفیہ کی صدر مدرسی ابن کثیر کو تفویض ہوئی۔[۹۰] یہاں بھی تاریخ کا تعین نہیں ہوسکا۔ تبصرہ نگار کا خیال ہے کہ ابن کثیر کی یہ صدر مدرسی تاج الدین السبکی (۷۲۷ - ۷۷۱ھ) کی ۱۲ شعبان ۷۶۳ھ کو معزولی اور قاہرہ طلبی، اور ان کے بھائی بہاء الدین السبکی (۷۰۷ - ۷۷۳ھ) کی تقرری اور ۴ رمضان ۷۶۳ھ

کو دمشق آمد کے درمیانی وقفہ میں تین ہفتہ کے لیے ہوسکتی ہے۔[91]

"محدث ابن کثیر" کی ذیلی سرخی کے تحت ان کے فن حدیث میں عمیق علم اور وسیع معرفت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس ضرورت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ان کے اس پہلو پر الگ سے کام کی ضرورت ہے۔ اور پھر مختصراً چند مسائلِ حدیث کے بارے میں ان کی رائے مثالوں سے واضح کی ہے۔ جیسے کہ احادیث ترغیب و ترہیب کی روایت کو اگرچہ ابن کثیر جائز سمجھتے ہیں، اور اس میں تسامح کے قائل ہیں، لیکن اس موضوع پر احادیث وضع کرنے کے مخالف ہیں، اسی لیے انھوں نے کرامیۃ[92] اور ان دیگر فرقوں پر — جو اس موضوع پر وضع احادیث کے قائل تھے — اپنی کتابوں میں سخت حملے کیے ہیں، اس کے بعد علمِ جرح و تعدیل سے ابن کثیر کی گہری واقفیت کو بھی مثالوں سے واضح کیا ہے۔ آخر میں اس بحث کو ابن کثیر کی ایک سندِ حدیث نقل کر کے ختم کیا ہے، جو ذہبی کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔[93] اس سے پہلے مؤلف ابن کثیر کے اساتذہ کے بیان میں ان کی چند اور اسانید حدیث نقل کر چکے ہیں۔[94] ان میں مندرجہ ذیل دو اور سندوں کا اضافہ ہوسکتا ہے:

۱۔ پہلی سند ابن الشحنۃ اور ذہبی کے واسطہ سے حسن بن الحسن البصری تک پہنچتی ہے۔[95]

۲۔ دوسری سند شیخ عزالدین الحموی کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل تک پہنچتی ہے۔[96]

اس کے بعد ابن کثیر کی بدعتوں کی مخالفت اور اہلِ بدعت سے مناظرات کا تذکرہ ہے۔

پھر ایک ذیلی عنوان کے تحت "عقائد و شریعت کے بارے میں ابن کثیر کی آراء و افکار" کا جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے اسلامی عقائد کے بارے میں ابن کثیر کا یہ عام خیال نقل کیا ہے — جس کو ابن کثیر نے بار بار دہرایا ہے — کہ وہ سلفِ صالح کے مذہب پر گامزن ہیں۔ لیکن یہ سلف صالح کا مذہب کیا ہے؟ اس سے کیا مراد ہے؟ اور کیا اس کے کوئی عام اصول ہیں؟ اور ابن کثیر کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

مولف نے اپنے ان سوالات کا جواب شیخ ابوزہرہ کے حوالہ سے مختصراً یوں بیان کیا ہے کہ یہ مذہب امام احمد بن حنبل (۱۶۴ — ۲۴۱ھ) کے متبعین کے ہاتھوں چوتھی صدی ہجری میں ظاہر ہوا، ساتویں (آٹھویں) صدی ہجری میں امام ابن تیمیہ (۶۶۱ — ۷۲۸ھ) نے اس کی تجدید کی، اور امام محمد بن عبدالوہاب (۱۱۱۵ — ۱۲۰۶ھ ۱۷۰۳ - ۱۷۹۲ء) نے بارہویں صدی ہجری میں اس کا احیا کیا، پھر امام ابن تیمیہ کے مطابق اسلامی عقائد کی فہم کے چار مکاتبِ فکر: فلاسفہ معتزلی متکلمین، ماتریدی، اور اشعری علماء کی تقسیم، اور ان کے عقل و نقل کے بارے میں خیالات کا مختصر ترین تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ ان میں سے کسی سے بھی متفق نہیں ہیں، بلکہ ان کے نزدیک سلف کا طریقہ کار یہ ہے کہ اسلامی عقائد اور ان کی دلیلیں دونوں نص سے حاصل کی جائیں، اور نص کو عقل پر مقدم رکھا جائے، اس لیے کہ نص وحیٔ الٰہی ہے، اور عقل گمراہ کرتی ہے، لہٰذا عقل کا

کام ان کے نزدیک ایمان ولیقین کی تصدیق، اور معقولات کو منقولات سے قریب کرنے کا ہے، اس کے برعکس نہیں، اس لحاظ سے عقل نصوص اور ان کی منصوص دلیلوں کی خادم، مؤید، شاہد اور ان کو واضح کرنے والی ہے، اس کی حیثیت نص کے خلاف حاکم کی ہرگز نہیں۔[۹۷]

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے ابن کثیر کے ہاں "سلفِ صالح کے مذہب" کی وضاحت کے لیے جن سوالات کو اٹھایا تھا تو وہ ان کا تشفی بخش جواب دے سکے ہیں اور نہ "سلفی تحریک" ہی کے ساتھ انصاف کر سکے ہیں، اور نہ ابن کثیر کا اس تحریک سے ربط وتعلق واضح کر سکے ہیں، بلکہ شیخ ابوزہرہ کے ہاں اس کا جواب تلاش کر کے اس کی تلخیص کرنے میں وہ خود انتشار کا شکار ہو گئے ہیں، اور قارئین کو بھی حیرت میں ڈال دیا ہے، ان کے اس جواب سے بات ابن کثیر سے نکل کر "سلفی تحریک" اور اس کے ترجمان امام ابن تیمیہ کے صرف عقل ونقل کے بارے میں خیالات کی پابند ہو گئی ہے۔ جبکہ اس تمہید کے بعد خود مؤلف نے تفسیر ابن کثیر سے جو پہلی مثال استواء علی العرش کی تفسیر کے طور پر درج کی ہے، اور اس میں خود ابن کثیر کے قلم سے جن سلفِ صالح کے نام آ گئے ہیں، وہ خود مختلف مکاتبِ فکر کے علماء حق کی وسیع پیمانہ پر نمائندگی کرتے ہیں: جیسے "مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق بن راہویہ وغیرہ قدیم وجدید علماء"۔[۹۸]

ہمارے خیال میں ابن کثیر کی تفسیر وتاریخ میں اگر اس طرح کی مزید وضاحتوں ہی کو جمع کر لیا جاتا — جو تفسیر وتاریخ ابن کثیر میں بکثرت موجود ہیں — تو یقیناً ابن کثیر کے ہاں بار بار آنے والے سلف صالح کے حوالوں کا مفہوم زیادہ واضح، وسیع اور قرین قیاس ہوتا۔ ان میں علمی، مذہبی اور ذوقی اختلافات کے باوجود حق کی تلاش، اور حق کے سامنے خود سپردگی قدرِ مشترک ہوتی، اور کسی ایک فرد کے مخصوص خیالات کی پابندی کا شبہ بھی وارد نہ ہوتا، جیسا کہ خود مؤلف نے متعدد متشابہ آیاتِ قرآنی کے بارے میں تفسیر ابن کثیر سے جمع کی ہوئی مثالوں سے واضح کیا ہے کہ ان آیات کے بارے میں ابن کثیر نے جمہور سلف کے توقف، تفویض اور تنزیہہ کے مسلک، اور امام غزالی اور ابن الجوزی کے تفسیر بالمجاز کے مسلک کو جہاں تک ممکن ہوا جمع کیا ہے، اور ان آیات کے بارے میں اپنے استاد ورہنما امام ابن تیمیہ کے مسلک — الفاظ قرآن کی ظاہری حسی معنی سے تفسیر — سے انحراف کیا ہے۔[۹۹]

"عبادت میں توحید کا تصور" کے تحت اسلامی معاشرہ کی اصلاح وتطہیر کے لیے جاہلانہ ومشرکانہ بدعتی رسوم سے متعلق امام ابن تیمیہ کے درجِ ذیل معروف تین مسائل کا ذکر کیا ہے: یعنی اولیاء، صالحین کے توسط سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی ممانعت، مرتے ہوئے لوگوں سے دادرسی اور مدد مانگنے کی ممانعت، اور برکت حاصل کرنے کے لیے انبیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کی ممانعت، اور ان تینوں مسائل کے بارے

میں ابن کثیر کے نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے، جو امام ابن تیمیہ سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے، ابتدائی دو مسائل کے بارے میں قرآن وحدیث کی صریح ممانعت موجود ہے، اور اسلامی توحید کا تصور خدا اور بندہ کے درمیان عمل صالح، عبادت و دعا کے علاوہ کسی اور واسطہ کو قبول نہیں کرتا۔ تیسرے مسئلہ میں امام ابن تیمیہ کے مخالفین —— جن کا حلقہ کافی وسیع اور متنوع تھا —— نے بہت فتنہ وفساد برپا کیا، جس کی وجہ سے ان کو طرح طرح کے مناظروں اور تحقیقاتی کمیٹیوں کا سامنا کرنا پڑا اور متعدد بار قید کی مشقتیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک کی زیارت کے مطلقاً منکر ہیں، اور اس کو قطعی گناہ سمجھتے ہیں، ابن کثیر نے اس مسئلہ میں امام ابن تیمیہ کے مخالفین کی دھاندلی کا پردہ چاک کیا، اور یہ بتایا کہ امام ابن تیمیہ "صرف تین مساجد کے لیے سفر کی اجازت" والی حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ میں فرق کرتے ہیں، ان کے نزدیک انبیاء اور صالحین کی قبروں کے لیے محض زیارت اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرنا یقیناً ممنوع ہے، لیکن بلاقصد وارادہ ان کی قبروں پر سے گزر ہو تو یادِ آخرت اور عبرت اور استغفار کے لیے نہ صرف ان کی زیارت جائز بلکہ مستحب ہے[۱۱]

پھر اولیاء سے "کرامات" ظاہر ہونے کا ذکر چھیڑا ہے، اور کرامات ومعجزہ کا فرق واضح کرنے کے بعد نہ صرف اولیاء بلکہ غیر اولیاء سے بھی خلافِ معمول واقعات ظاہر ہونے کی تائید میں ابن کثیر کے نقطۂ نظر کو ان کی تفسیر کی مثالوں کی روشنی میں پیش کیا ہے، جو تائیدِ غیبی سے بھی صادر ہو سکتے ہیں، اور ریاضت وچلّہ کشی، جادو ٹونا ٹوٹکہ، حیلہ وتدبیر اور قوانینِ فطرت سے واقفیت کی بنیاد پر بھی رونما ہو سکتے ہیں، اسی لیے شیخ ابوزہرۃ کے بقول یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص سے خارق عادت واقعات صادر ہوں وہ یقینی طور پر دنیا وآخرت میں تقدس کے مقام پر بھی فائز ہو[۱۲]

"تشریع اسلامی کے بارے میں سلفی موقف" کے تحت مؤلف نے آٹھویں صدی ہجری/ چودھویں صدی عیسوی اور موجودہ زمانہ میں یہ یکسانیت تلاش کی ہے کہ جس طرح آج کل عالم اسلام کے بڑے حصہ میں مختلف یوروپی قوانین رائج ونافذ ہیں، اسی طرح ابن کثیر کے زمانہ میں تاتاریوں کے اسلام کے دعوے کے باوجود ان کے زیرِ اقتدار ممالک میں چنگیز خاں کے وضع کیے ہوئے قوانین نافذ تھے۔ ان کا حوالہ ابن کثیر "یاسا" یا "یاسق" سے دیتے ہیں، اور ان پر تنقید کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ قوانین انسان کے وضع کئے ہوئے ہیں، جو خدائی قانون کا بدل نہیں ہو سکتے۔ وہ بنیادی طور پر شریعت کی مکمل تنفیذ کے قائل ہیں، اس کے کسی جزء کے بارے میں تساہل برتنے یا اس کو تمسخر کا موضوع بنانے کے روادار نہیں، اور اسلامی شریعت کے مقابلہ میں کسی اور قانون کی تنفیذ کو دعوائے ربوبیت کے مرادف اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے خلاف سمجھتے ہیں،

لہٰذا محمدی طریقہ کو چھوڑ کر تاتاری قوانین کی تنفیذ کے لیے قوت واقتدار کا استعمال بھی ضروری خیال کرتے ہیں، کیونکہ بہت سے لوگوں کی فطرت ایسی ہے کہ وہ قرآنی آیات کی وعیدوں اور دھمکیوں سے باز نہیں آتے، لیکن طاقت سے ڈرتے اور اس کے سامنے جھکتے ہیں، وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ احکام الٰہی کی تابعداری جب کسی حاکم نے اخلاص سے کی ہے تو معاشرہ میں نظم وضبط اور اطمینان وسکون کے علاوہ اس کو دشمنوں کے خلاف تائید غیبی بھی ملی ہے۔[ص۱۰۲]

اس فصل کا خاتمہ ابن کثیر کے شعری نمونوں پر ہوا ہے، جس سے ان کو اپنی سرگرم علمی وتدریسی زندگی کی وجہ سے نہ تو زیادہ دلچسپی تھی، اور نہ شاید طبعی مناسبت، بلکہ اس کو وہ ضیاع وقت سمجھتے تھے چنانچہ اپنے والد بزرگوار کی شعرگوئی پر معذرت اور استغفار کا ثبوت ان کی تاریخ میں ملتا ہے۔[ص۱۰۳]

فصل سوم

باب اول کی تیسری فصل میں ابن کثیر کی علمی تصنیفات وتالیفات کا احاطہ کیا گیا ہے، کل اُنسٹھ[۵۹] کتابوں اور کتابچوں کی مجموعی فہرست کو تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، سیر وتراجم وغیرہ عنوانات کے تحت فن وار ترتیب دیا گیا ہے، جن میں سے بقول مؤلف آٹھ[۸] مطبوع چھ[۶] مخطوط اور پینتالیس[۴۵] مفقود ہیں، مفقودات میں کئی بڑی کتابیں اور بہت سے چھوٹے کتابچے ہیں۔[ص۱۰۴]

تبصرہ نگار کو ابن کثیر کی مؤلفات کی کثرت سے انکار نہیں، وہ اپنے زمانہ کے بہت زود نویس عالم تھے، اور اس زمانہ کے کثیر التالیف دیگر علماء کی مولفات کی تعداد اس سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے، لیکن تبصرہ نگار کو زیر تبصرہ کتاب کی مرتبہ فہرست کی تعداد میں یقیناً شبہ ہے: شیخین کی مسانید (نمبر ۷ و ۸) کو چھوڑ کر ہم کو بار بار یہ خیال ہوتا ہے کہ گیارہ دیگر صحابہ کی الگ الگ مسانید (نمبر ۱۰—۲۰) کہیں جامع المسانید (نمبر ۶) کے اجزاء ہی نہ ہوں؟ کیونکہ جامع المسانید میں ان سب صحابہ کی روایات نام کی ترتیب کے ساتھ آنا ناگزیر ہے۔ ہمارے اس خیال کو مزید تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ خود مؤلف کو جن چند مسانید صحابہ کے مخطوطات کا پتہ چلا ہے ان کا اور جامع المسانید کے مخطوطہ کا نمبر (۱۸۴ حدیث) دار الکتب المصریہ میں ایک ہی ہے نیز انھوں نے خود جامع المسانید کے مخطوطہ کے پانچویں اور آخری جزء میں مسند ابی ہریرہ (نمبر ۱۹) کے مکمل حصہ کی موجودگی کے بارے میں لکھا ہے، اور اس کے باوجود اس کو الگ شمار کیا ہے، اس کے علاوہ مسند عبداللہ بن عمر (نمبر ۱۶) اور مسند عبداللہ بن مسعود (نمبر ۱۸) کا مخطوطہ ایک ہی جلد میں بتایا ہے، لیکن ان کو الگ الگ شمار کیا ہے، اسی طرح یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ شیخین کی سیرتیں (نمبر ۴۷ و ۴۸) اور فضائل (نمبر ۴۹) حقیقتاً شیخین کی مسانید (نمبر ۷ و ۸) کے ابتدائی تعارفی حصے تو نہیں ہیں؟ جیسے کہ تبصرہ نگار کے خیال میں

امام شافعی کا تذکرہ الواضح النفیس فی مناقب الامام ادریس (نمبر ۵۱) طبقات الشافعیہ (نمبر ۵۰) کا ابتدائی تعارفی جزء ہے۔ نیز الاحکام الصغری (نمبر ۲۲) اور احکام التنبیہ (نمبر ۳) کہیں ایک ہی کتاب تو نہیں ہے؟ اور السیرۃ المطولۃ (نمبر ۴۴) واقعتاً مصطفیٰ عبد الواحد کے خیال کے مطابق البدایہ و النہایہ (نمبر ۱۴) کا جزء ہی تو نہیں بن گئی ہے؟[۵۱] اسی طرح یہ بھی شبہ ہوتا ہے کہ حدیث و فقہ پر ان کی بعض مفقود کتابیں اور کتابچے کہیں ان ہی موضوعات پر ان کی مفصل کتابوں کے اجزاء تو نہیں ہیں؟

اس کے علاوہ مناقب ابن تیمیہ (نمبر ۵۲) کی تالیف کی ابن کثیر کی صرف نیت تھی،[۵۲] اس کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ انھوں نے بالفعل اس کو ترتیب دیا ہو۔

نیز احادیث التوحید والرد علی الشرک (نمبر ۵۵) جو معین الدین بن صفی الدین[۵۳] کی تفسیر جامع البیان کے آخر میں شائع ہوئی ہے،[۵۴] وہ بروکلمان کی غلطی سے ابن کثیر کی مولفات میں شامل ہو گئی تھی[۵۵] جس کی مولف نے بھی پیروی کی ہے[۵۶] حالانکہ اس کتابچہ کو جامع البیان کے حاشیہ نگار محمد بن عبد اللہ الغزنوی (وفات ۱۲۹۶ھ) نے جمع کرنا شروع کیا تھا، جو اس کی تکمیل سے پہلے وفات پا گئے، تو ان کے بھائی عبد اللہ بن عبد اللہ الغزنوی نے اس کو مکمل کیا، اور اس کی پوری وضاحت کتابچہ کے آخر میں کر دی۔[۵۷]

بہر حال کیونکہ مصر و شام کے کتب خانوں سے دور سرزمین ہند کے ایک چھوٹے سے شہر میں ہمارے پاس وہ تمام مخطوطات و مطبوعات موجود نہیں ہیں جن کے ذریعہ ہم مؤلف کی مرتبہ فہرست کی تصدیق یا تصحیح یا اپنے شبہات کو یقینی طور پر رفع کر سکیں، اس لیے یہاں انہی کی فہرست کو بنیاد بنا کر مطبوع، مخطوط اور مفقود کی نئی ترتیب سے مختصر اضافی معلومات کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان میں مناسب جگہ پر بعض ان کتابوں اور کتابچوں کا اضافہ بھی کریں گے جو مولف کی نظر سے رہ گئیں، مؤلف کی ترتیب کا نمبر ہر کتاب کے سامنے قوسین میں لکھ دیا گیا ہے۔

مطبوعات

مؤلف کے بیان کے مطابق ابن کثیر کی مطبوعہ کتابیں آٹھ ہیں، لیکن ان میں انھوں نے احادیث التوحید والرد علی الشرک کو بھی شامل کر لیا ہے، جس کی ابن کثیر کی طرف غلط نسبت کے بارے میں ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں، اس لیے ہم اُس کو اِس فہرست میں شامل نہیں کریں گے، اسی طرح ان مطبوعات میں تین کتابوں کا اضافہ بھی ہم کر رہے ہیں: ایک تو البدایہ والنہایہ سے ماخوذ مطبوعہ کتابوں میں چوتھی کتاب سیرۃ عمر ابن عبد العزیز کا، اور دوسرے "جہاد پر ابن کثیر کا دوسرا کتابچہ"، جس کو مولف نے مفقود بتایا ہے، جبکہ ہمارا خیال ہے کہ وہ حقیقتاً "اخبار

ہجوم الفرنج علی الاسکندریہ" کے نام سے مطبوع ہے، تیسرے "علامات یوم القیامہ" اس طرح اس وقت تک ہمارے خیال کے مطابق ابن کثیر کی مطبوعہ کتابوں کی فہرست درج ذیل ہے :

۱۔ تفسیر ابن کثیر (نمبر ۱) : یہ تفسیر متعدد بار شائع ہوئی ہے، اور اس کے کئی خلاصے بھی شائع ہو چکے ہیں مؤلف کے ہاں تفسیر اور اس کے مطبوع خلاصوں دونوں کی فہرست نامکمل ہے[۱۲]، ہمارے علم میں جو تفصیل تھی وہ ہم نے اس مقالہ کے ابتدائی حواشی میں بیان کر دی ہے[۱۳]۔

۲۔ فضائل القرآن (نمبر ۲) مؤلف نے اس کو صرف تفسیر ابن کثیر کے المنار اور الحلبی والے طبعات کے آخر میں مطبوعہ بتایا ہے[۱۴]، حالانکہ وہ ۱۹۴۸ء میں مطبعۃ المنار ہی سے چھوٹے سائز کے تقریباً دو سو صفحات میں الگ سے بھی چھپا ہے، اور میرے بزرگ ساتھی ڈاکٹر محمد اسماعیل ندوی مرحوم کے خط مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۶۸ء کی اطلاع کے مطابق وہ دارالکتب المصریہ میں بھی موجود تھا[۱۵]۔ اور یہ شعبۂ اسلامیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری میں موجود ہے، جس کے دو سو چھ[۲۰۶] صفحات ہیں۔

۳۔ اختصار علوم الحدیث (نمبر ۲۱) : یہ کتاب کئی ناموں سے متعدد بار چھپی ہے، سب سے پہلے محمد عبدالرزاق حمزہ کی شرح کے ساتھ اختصار علوم الحدیث او الباعث الحثیث الیٰ معرفۃ علوم الحدیث کے نام سے احمد محمد شاکر کی شرح و تعلیقات کے ساتھ شائع ہوئی[۱۶]۔ اس کے بعد شیخ شاکر نے اس کا نام بدل دیا، تو الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث کے نام سے طبع ہوئی[۱۸]۔

۴۔ البدایۃ والنہایۃ (نمبر ۱۴) اس کی اشاعت دو حصوں میں الگ الگ کئی بار ہوئی ہے، ان دونوں حصوں کے طبعات کی فہرست بھی مؤلف کے ہاں نامکمل ہے[۱۹]، ہماری معلومات کی حد تک ان کے طبعات کی تفصیل اس مقالہ کے ابتدائی حواشی میں درج کی جا چکی ہے[۲۰]۔

اس کے علاوہ البدایہ والنہایہ سے ماخوذ مختلف حصے بھی الگ الگ ناموں سے شائع ہوئے ہیں، جن کی تعداد مؤلف کے ہاں تین[۳] ہے[۲۱]۔ ہمارے خیال میں ان کی تعداد چار[۴] ہونی چاہیے۔

۱۔ قصص الانبیاء : تحقیق مصطفیٰ عبد الواحد

۲۔ السیرۃ النبویۃ : تحقیق مصطفیٰ عبد الواحد

۳۔ شمائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : تحقیق مصطفیٰ عبد الواحد[۲۲]

۴۔ سیرۃ عمر بن عبد العزیز ؟

اس کتاب کا ذکر نہ ابن کثیر کے حوالوں میں کہیں آیا ہے، اور نہ ان کے کسی تذکرہ نگار نے اس کا ذکر

کیا ہے، لیکن ڈاکٹر محمد اسماعیل ندوی مرحوم کی اطلاع کے مطابق یہ قاہرہ کی مطبوعہ کتاب دار الکتب المصریہ میں موجود تھی، لیکن طابع و ناشر کا نام اور سنِ طباعت انھوں نے نہیں لکھا۔

میں بھی اس کتاب کو نہ دیکھ سکا کہ حتمی رائے قائم کی جا سکتی۔ البتہ البدایہ والنہایہ میں عام تراجم کے برخلاف عمر بن عبد العزیز کا تذکرہ بہت زیادہ تفصیل سے مرتب کیا گیا ہے،[۱۲۳] اس لیے خیال ہوتا ہے کہ کسی ناشر نے اسی کو مستقل کتابی شکل میں شائع نہ کر دیا ہو؟ اگر میرا قیاس صحیح ہے تو البدایہ والنہایہ سے ماخوذ مطبوعہ کتابوں کی تعداد چار ہو جاتی ہے، ورنہ یہ ابن کثیر کی مطبوعہ کتابوں میں ایک اور اضافہ ہے؟

۵۔ السیرۃ الموجزۃ (نمبر ۴۵): یہ کتاب بہت پہلے الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے شائع ہوئی تھی،[۱۲۴] لیکن اس کی نئی اشاعت کا مؤلف نے ذکر نہیں کیا، جو محمد العید الخطراوی اور محی الدین مستو کی بلند پایہ تحقیق سے الفصول فی سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ابھی چند سال ہوئے شائع ہوئی، اور تین چار سال کے عرصہ میں اس کے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔[۱۲۵]

۶۔ جزء فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (نمبر ۴۶): اس کتابچہ کو اگرچہ مؤلف نے مطبوعات میں شامل کیا ہے، لیکن کیونکہ وہ اس کو حاصل نہ کر سکے، اس لیے اس کا صحیح مطبوع نام، مطبعہ اور سنِ طباعت تحریر نہ کر سکے۔[۱۲۶] اس کا مطبوع نام مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور مخطوطہ پر اس کا مکمل نام مولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضاعتہ ہے، اور یہ صلاح الدین المنجد کی تحقیق سے شائع ہوا ہے۔[۱۲۷]

۷۔ الاجتہاد فی طلب الجہاد جہاد پر صرف کوئی علمی بحث نہیں ہے، بلکہ وہ جنگی ضرورت کے تحت ایاس کے قلعہ کے محاصرہ کے وقت مسلمانوں کو فرنگی اقوام کے خلاف جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے پر آمادہ کرنے کے لیے امیر سیف الدین منجک کے حکم سے ان کی دوسری نیابت دمشق کے زمانہ (۷۷۱ـ۷۷۵ھ) میں اسی موضوع پر دوسری مفصل تحریر کا خلاصہ ہے، تاکہ اس کو سمندری حدود پر واقع شہروں میں عوامی بیداری کے لیے بھیجا جائے۔[۱۳۱]

ہمارے خیال میں یہ دوسری مفصل تحریر ہی "اخبار ہجوم الفرنج علی الاسکندریہ" ہے، جس میں ابن کثیر نے یورپی اقوام کی اس نئی صلیبی مہم کی تفصیلات جمع کی ہوں گی، جس کا آغاز ۷۶۷ھ میں اسکندریہ پر حملہ سے ہوا تھا، اور وہاں مسلمانوں کو شدید مالی و جانی خسارہ پہنچانے کے بعد بھی حدود پر واقع مختلف شہروں میں چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ جاری تھا، ان کی ٹولیوں نے طرابلس میں بھی سخت تباہی برپا کی، اس کے بعد ایاس کی باری آئی جہاں انھوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا، لیکن وہاں سے ناکام و نامراد واپس ہوئے۔

یہ کتاب بھی ڈاکٹر محمد اسماعیل ندوی مرحوم کی اطلاع کے مطابق قاہرہ کی مطبوعہ تھی، اور دار الکتب المصریہ میں موجود تھی، لیکن طابع و ناشر کا نام اور سنِ طباعت وغیرہ تفصیلات انھوں نے نہیں لکھی تھیں، بہرحال اگر ان کی اطلاع صحیح تھی تو اب اس کے نام کی تصحیح کے ساتھ ساتھ اس کو ابن کثیر کی مطبوعہ کتابوں میں جگہ ملنا چاہیے۔

۹۔ **علامات یوم القیامۃ**: تلخیص و تعلیق عبد اللطیف عاشور۔ حسب اطلاع جناب پروفیسر مختار الدین احمد صاحب، صدر شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔

غیر مطبوع مخطوطات

مؤلف نے ان کی تعداد چھ بتائی ہے، حالانکہ جس طرح انھوں نے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسانید کو الگ الگ شمار کرکے لکھا ہے تو ان کی تعداد سات ہے، اس پر آخری دو مخطوطات کا اضافہ ہم نے کیا ہے، اس طرح اب یہ تعداد نو تک پہنچ گئی ہے:

۱۔ **التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاهیل** (نمبر ۵): صرف آخری نویں جلد کا فوٹو اسٹیٹ نسخہ دار الکتب المصریہ میں موجود ہے (نمبر ۲۴۲۲۷ ب مخطوطہ)

۲۔ **جامع المسانید والسنن** (نمبر ۶): دار الکتب المصریہ میں اس کا مخطوطہ موجود ہے، اس کے پانچویں حصہ میں پوری مسند ابی ہریرۃ موجود ہے (نمبر ۱۸۴ حدیث) یہی نمبر آگے آنے والی کئی مسانید صحابہ کا ہے۔

۳۔ **المسند الفقهی لعمر بن الخطاب** (نمبر ۸): دار الکتب المصریہ میں اس کا مخطوطہ موجود ہے (نمبر ۱۵۲ حدیث تیمور)

۴۔ **مسند انس بن مالک** (نمبر ۱۲) دار الکتب المصریہ میں جامع المسانید کی طرح اس مخطوطہ کا نمبر بھی ہے (۱۸۴ حدیث مخطوطہ)

۵۔ **مسند عبد اللہ بن عمر** (نمبر ۱۶)؛ ⎫ دار الکتب المصریہ میں ایک مستقل جلد میں ان
۶۔ **مسند عبد اللہ بن مسعود** (نمبر ۱۷)؛ ⎭ دونوں کا مخطوطہ ہے نمبر وہی جامع المسانید والا ہے (۱۸۴ حدیث)

۷۔ **مسند ابی هریرۃ** (نمبر ۱۹)؛ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ جامع المسانید کے پانچویں حصہ میں یہ پوری مسند موجود ہے[۱۳۲]

اضافہ

۸۔ **طبقات الشافعیۃ** (نمبر ۵۰) ۹۔ **الواضح النفیس فی مناقب الامام**

ادریس (نمبر ۵۱) : ان دونوں کو مؤلف نے مفقود شمار کیا ہے[۱۳۱] جبکہ ان کے مخطوطات دنیا کے کئی مکتبات میں موجود ہیں[۱۳۲] نیز عبدالحفیظ منصور (اسکالر معہد المخطوطات العربیہ الصفاۃ، الکویت) کے ہاتھوں عفیف الدین عبداللہ بن محمد المطہری[۱۳۳] (۶۹۸-۷۶۵ھ) کی ذیل کے ساتھ اس کی تحقیق کا کام مکمل ہو چکا ہے، اور امید ہے کہ قریب میں اس کی اشاعت کی خبر ملے۔

مفقود کتابیں اور کتابچے

جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ان کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکتی، یقیناً ان میں سے اکثر ابن کثیر کی مستقل کتابیں اور کتابچے ہیں لیکن بعض — جن کے سامنے ہم نے علامت استفہام بنائی ہے — ہو سکتا ہے کہ ان کی مستقل کتابیں ہوں، یا ان کی حدیث وفقہ پر مخطوطہ و گمشدہ بڑی کتابوں کے اجزا رہوں، یا ایک ہی کتاب مختلف ناموں سے دو تین بار شمار ہو گئی ہو، بہرحال ذیل میں ان کی مزید ۲۵ کتابوں اور پانچ کتابوں کے اضافہ کے ساتھ یہ فہرست درج کی جا رہی ہے، تاکہ اب تک ابن کثیر کی تمام معلوم مؤلفات کی مکمل فہرست سامنے آجائے۔ ممکن ہے مخطوطات پر کام کرنے والے علماء ہمارے ان شبہات کو رفع کر سکیں اس فہرست کی روشنی میں کہیں ابن کثیر کا کوئی اور مخطوطہ کسی کے ہاتھ لگ جائے تو ان کے قابلِ قدر عظیم علمی ورثہ میں مزید اضافہ ہوگا۔

کتابیں

۱۔ احادیث الاصول (نمبر ۳)　　۲۔ شرح بخاری (نمبر ۴)

۳۔ مسند ابی بکر الصدیق[۱۳۴] (نمبر ۷)　　۴۔ مسند عمر بن الخطاب[۱۳۵] (نمبر ۹)

۵۔ مسند علی بن ابی طالب (نمبر ۱۰)؟　　۶۔ مسند عثمان بن عفان (نمبر ۱۱)؟

۷۔ مسند جابر بن عبد اللہ الانصاری (نمبر ۱۲)؟　　۸۔ مسند ابی سعید الخدری (نمبر ۱۴)؟

۹۔ مسند عبد اللہ بن عباس (نمبر ۱۵)؟　　۱۰۔ مسند عبد اللہ بن عمرو (نمبر ۱۷)؟

۱۱۔ مسند عائشۃ (نمبر ۲۰)؟　　۱۲۔ الاحکام الصغریٰ فی الحدیث (نمبر ۲۲)؟

۱۳۔ تخریج احادیث ادلۃ التنبیہ (نمبر ۲۳)[۱۳۶]　　۱۴۔ تخریج احادیث مختصر ابن حاجب (نمبر ۲۴)

۱۵۔ مختصر کتاب المدخل الی کتاب السنن للبیہقی (نمبر ۲۵)　　۱۶۔ الاحکام الکبریٰ (نمبر ۲۸)

۱۷۔ کتاب الصیام (نمبر ۲۹)؟　　۱۸۔ احکام التنبیہ (نمبر ۳۰)؟

۱۹۔ المقدمات (نمبر ۴۰)　　۲۰۔ الکواکب الدراری (نمبر ۴۲)

۲۱۔ السیرۃ المطولۃ (نمبر۴۴)؟[۱۳۵] ۲۲۔ سیرۃ ابی بکر الصدیق (نمبر۴۷)؟[۱۳۶]
۲۳۔ سیرۃ عمر بن الخطاب (نمبر۴۸)؟[۱۳۷] ۲۴۔ فضائل شیخین (نمبر۴۹)[۱۳۸]
۲۵۔ مناقب ابن تیمیہ (نمبر۵۲)؟[۱۳۹] ۲۶۔ الاذکار وفضائل الاعمال (نمبر۵۶)؟
۲۷۔ صفۃ النار (نمبر۵۷) ۲۸۔ مقدمۃ فی الانساب (نمبر۵۸)

اضافہ

۲۹۔سیرۃ منکلی بغا: سخاوی نے ایک کتاب میں اس کو مذکور نام سے یاد کیا ہے[۱۴۲]، اور دوسری کتاب میں اس کا نام ماینتقی ویبتغی فی سیرۃ المعز السیفی منکلی بغا تحریر کیا ہے[۱۴۳]۔ یہ امیر ایک صاحبِ علم، ذی ہوش، باوقار حاکم دمشق (۷۲۴ــ۷۶۸ھ) تھے، ابن کثیر سے ان کے اچھے روابط معلوم ہوتے ہیں، وہ اکثر ان کو مشورہ کے لیے طلب کرتے اور ان کی بات سنتے تھے، البدایہ والنہایہ میں ان کے زمانہ کے حالات میں ان کی تعریف بھی ملتی ہے[۱۴۴]، اور پھر ابن کثیر نے ان کی یہ سیرت لکھ کر ان کو وہ اعزاز بخشا جو انھوں نے اپنے زمانہ کے کسی حاکم کو نہیں بخشا۔

۳۰۔ الحواشی علی زیادات مسلم ورِوایاتہ: ابن کثیر کی تاریخ میں ان کے بعض اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے صحیح مسلم کی زیادات وروایات سے متعلق حواشی بھی لکھے تھے[۱۴۵]۔

کتابچے

(۱) جزء فی حدیث الصور (نمبر۲۶) (۲) جزء فی الرد علی حدیث السجل (نمبر۲۷) (۳) جزء فی الصلاۃ الوسطیٰ (نمبر۳۱) (۴) جزء فی میراث الابوین مع الاخوۃ (نمبر۳۲) (۵) جزء فی الذبیحۃ التی لم یذکر اسم اللہ علیھا (نمبر۳۳) (۶) جزء فی الاحادیث الواردۃ فی فضل الایام العشرۃ من ذی الحجۃ (نمبر۳۴) (۷) جزء فی الاحادیث الواردۃ فی قتل الکلاب (۳۵) (۸) جزء فی الاحادیث الواردۃ فی کفارۃ المجلس (نمبر۳۶) (۹) جزء فی الرد علی کتاب رفع الجزیۃ (نمبر۳۷)[۱۴۶] (۱۰) جزء فی تطھیر المساجد (نمبر۳۸) (۱۱) جزء فی فضل یوم عرفۃ (نمبر۳۹) (۱۲) جزء مفرد فی فتح القسطنطینیۃ (نمبر۴۳) (۱۳) جزء فی دخول مؤمنی الجن الجنۃ (نمبر۵۹)

اضافہ

۱۴۔ رسالۃ فی السماع : حاجی خلیفہ نے سماع پر کتابچے لکھنے والوں میں ابن کثیر کا نام بھی شامل کیا ہے۔[۱۴۷] اور سماع سے مراد صرف گانا (غنا) نہیں ہے جیسا کہ الفصول کے محققین نے تصور کیا ہے،[۱۴۸] بلکہ وہ سماع مقصود ہے جو خانقاہوں میں رائج ہے اور جس میں علماء اور اہلِ تصوف کا اختلاف ہے۔[۱۴۹]

۱۵۔ زواج ام سلمۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وولایۃ الابن لامہا فی عقد النکاح : ابن کثیر نے خود اس کتابچہ کا تذکرہ کیا ہے، اس میں ایک غلط فہمی تو یہ دور کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام رساں عمر بن الخطابؓ تھے نہ کہ ام سلمہ کے چھوٹے صاحبزادے عمر بن ابی سلمہ۔ دوسرے اس بات کی تصحیح کی گئی ہے کہ اس نکاح میں ولی ام سلمہ کے بڑے صاحبزادے سلمہ بن ابی سلمہ تھے نہ کہ چھوٹے صاحبزادے عمر، پھر شافعی مذہب کے اس فقہی مسئلہ کی وضاحت کی گئی ہے کہ لڑکا صرف بیٹا ہونے کی بنیاد پر ماں کا ولی نکاح نہیں ہوسکتا، سوائے اس صورت کے کہ اس سے کوئی دوسری رشتہ داری بھی ثابت ہو، جیسے کہ اس نکاح میں ہوا کہ ام سلمہ اور ابو سلمہ چچیرے بھائی بہن بھی تھے، اس رشتہ سے ان کے بیٹے ام سلمہ کے بھتیجے بھی ہوئے، جس کی وجہ سے سلمہ بن ابی سلمہ کی ولایتِ نکاح صحیح تھی۔[۱۵۰]

۱۶۔ بیع امہات الاولاد : اس کتابچہ کا تذکرہ بھی ابن کثیر کی تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکلوتے صاحبزادے ابراہیم کی والدہ ماریہؓ کے بیان میں آیا ہے، جس میں اس مسئلہ کے بارے میں علماء کے آٹھ مختلف اقوال دلائل کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں۔[۱۵۱]

۱۷۔ انکار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزواج من عزۃ بنت ابی سفیان : اس کتابچہ کا تذکرہ بھی ابن کثیر کی تاریخ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو سفیانؓ کی تین فرمائشوں کے ذیل میں آیا ہے۔ تیسری فرمائش ان کی دوسری صاحبزادی عزہ سے نکاح کی تھی جو دو بہنوں کے بیک وقت عقد نکاح میں رہنے کی حرمت کی وجہ سے قبول نہ ہوئی اس رسالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عذر اور اس موضوع پر ائمہ کے اقوال جمع کئے گئے ہیں۔[۱۵۲]

۱۸۔ جزء فی الاحادیث الواردۃ فی المہدی : تاریخ ابن کثیر ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کے ذیل میں اس کتابچہ کا حوالہ بھی آیا ہے، جس میں ابن کثیر نے بتایا ہے کہ تیسرے عباسی خلیفہ المہدی، مہدی آخرالزماں نہیں ہیں جن کے بارے میں احادیث میں ذکر آتا ہے کہ وہ ظلم و جور سے پٹی ہوئی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، پھر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مہدی آخرالزماں کے بارے میں مروی احادیث کو ہم نے ایک الگ جزء میں جمع کیا ہے، جیسے کہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں ان کے لیے ایک الگ باب مخصوص کیا ہے۔[۱۵۳]

اس اضافہ کے بعد اس وقت تک ابن کثیر کی معلوم مؤلفات کی کل تعداد چھیاسٹھ[۶۶] ہوجاتی ہے،

لیکن ہمارے مذکورہ بالا شبہات کی روشنی میں یہ تعداد یقینی نہیں ہے، ممکن ہے کہ صحیح تحقیق و تفتیش کے بعد یہ تعداد پچاس، ساٹھ کے درمیان رہ جائے، یا یہی تعداد برقرار رہے، یا مزید نئے مواد کی دستیابی سے یہ تعداد اور بڑھ جائے۔

آخر میں ہم کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ ابن کثیر کی دونوں مطبوع سوانح، قدیم و جدید تعارفی تذکروں، مطبوعہ مقالات اور خود ان کی مطبوع کتابوں اور معلوم مخطوطات، اور ان کے زمانہ اور مابعد کے مؤلفین کی تاریخ و تراجم پر مطبوع اور معلوم مخطوطات کی روشنی میں اتنا مواد جمع ہو چکا ہے جس سے نہ صرف ان کی مؤلفات کی صحیح فہرست مع مناسب تعارف کے تیار کی جاسکتی ہے، بلکہ ان کی ایک نئی جامع و شامل سیرت بھی از سر نو ترتیب دی جاسکتی ہے، اس کام کے لیے بہترین مقام قاہرہ ہے، جہاں تمام مطبوع و مخطوط قدیم تراجم و مصادر اور جدید مواد کے بآسانی دستیاب ہونے کے علاوہ ڈاکٹر اسماعیل سالم عبدالعال جیسے عالم موجود ہیں، جو اس کام کو بحسن و خوبی زیادہ دیدہ ریزی سے انجام تک پہنچا سکتے ہیں، نیز دارالمعارف جیسے طابع و ناشر ادارے موجود ہیں، جن کی مطبوع کتابیں صحت و دیدہ زیبی میں دنیا بھر میں اپنا مقام رکھتی ہیں، اس میں شک نہیں کہ زیرِ تبصرہ کتاب طباعت کے لحاظ سے بہت بے توجہی کا شکار ہوئی ہے، جو یقیناً مؤلف کے لیے ہمت شکنی کا باعث ہوئی ہوگی۔ (ختم شد)

حواشی و حوالے

۸۰ منہج ۸۵-۸۶ ۸۱ البدایہ ۱۴/۱۰۹ ۸۲ ایضاً ۱۴/۱۶۱، ۱۷۹ ۸۳ ایضاً ۱۴/۱۷۹ ۸۴ ایضاً ۱۴/۲۴۸
۸۵ ایضاً ۱۴/۴/۲۷ ۸۶ لحظ الالحاظ ۲۲۳-۲۲۴۔ ۸۷ حیاتہ ۴۹ اور منہج ۶۸-۶۹ ۸۸ منہج ۸۶-۸۷
۸۹ انباء ۱/۶۸ ۹۰ طبقات ابن قاضی شہبہ ۳/۴/۱۱ اور الدارس ۱/۳۶ ۹۱ تفصیل کے لیے دیکھئے حیاتہ ۶۶-۶۸ ۹۲ یہ موسس فرقہ محمد بن کرام (وفات ۲۵۵ھ/ ۸۶۱ء) کے متبعین ہیں، جو ذات باری کے لیے صفات ثابت کرنے کی کوشش میں تجسیم و تشبیہ تک پہنچ گئے تھے، (منہج ۹۰، بحوالہ علی سامی نشار، نشاۃ الفکر الفلسفی فی الاسلام ۱/۶۴۷) ۹۳ منہج ۱۰۰ ۹۴ ایضاً ۵۳، ۵۶، ۵۸، ۶۲۔ ۹۵ البدایہ ۲/۲۳۱-۲۳۵ ۹۶ ایضاً ۴/۲۴۵
۹۷ منہج ۱۰۳-۱۰۴، بحوالہ شیخ ابوزہرہ، المذاہب الاسلامیہ، مکتبۃ الآداب، سلسلۃ الألف کتاب، نمبر ۱۷۷، ص ۲۱۲-۲۱۶
۹۸ ایضاً ۱۰۴، بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۲/۱۲۰ ۹۹ ایضاً ۱۰۴-۱۱۱ ۱۰۰ ایضاً ۱۱۲ بحوالہ البدایہ ۱۴/۱۲۴ ۱۰۱ ایضاً ۱۱۶، بحوالہ شیخ ابوزہرۃ، العقیدۃ الاسلامیۃ، سلسلۃ البحوث الاسلامیہ، مطبعۃ الازہر، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء ص ۲۳ ۱۰۲ ایضاً ۱۱۶-۱۲۱، بحوالہ تفسیر ابن کثیر ۲/۵۶، ۶۷، ۱۷۱، ۲۰۴، ۲۴۸-۲۴۹، ۲۵۸، ۲/۵۹، ۲۰۲، ۲۲۲، اور بحوالہ البدایہ ۱۳/۱۱۹

۱۰۳ ایضاً ۴/۱۲۲، بحوالہ البدایہ ۱۴/۳۲ ۱۰۴ ایضاً ۱۵۹ ۱۰۵ ابن کثیر کی مؤلفات پراگرچہ ہماری بحث بہت پرانی ہوچکی ہے، نئے مواد کی روشنی میں اس کو از سرِ نو ترتیب دینا ضروری ہے، لیکن جن کتابوں پر تعارفی مواد ہم نے پہلے جمع کر دیا ہے، وہ اب بھی کام کا ہے، اس لیے وہ حوالے یہاں بھی مفید ہوں گے جو حاشیہ نمبر ۲ پر ذکر کیے جاچکے ہیں۔
۱۰۶ البدایہ ۱۴/۱۲۷، ۱۲۹، ۱۴۱ ۱۰۷ مؤلف نے جامع البیان کے مصنف کا نام معین بن شافعی لکھا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جرمن سے عربی زبان میں منتقل ہونے میں صفی بدلا ہے، ۱۰۸ مطبعہ الفاروقی، دہلی ہندوستان ۹۵-۱۲۹۷، مؤلف کا یہ بیان صحیح نہیں ہے کہ یہ کتابچہ جامع البیان کے حاشیہ پر چھپا ہے، حقیقتاً یہ جامع البیان کے آخر میں، شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب الفوز الکبیر کے حاشیہ پر شائع ہوا ہے ۲/۲۵-۲۸ ۱۰۹ ملحق تاریخ الادب (جرمن) ۲/۴۹
۱۱۰ منہج ۱۵۷ ۱۱۱ احادیث التوحید فی آخر جامع البیان ص۲۸، تفصیل کے لیے رجوع کریں حیاتہ ۱۴۸-۱۴۹
۱۱۲ منہج ۶، ۱۲۴، ۱۲۷، ۴۵۴-۴۵۷، ۴۶۷ ۱۱۳ حاشیہ نمبر ۴ اور ۶ ۱۱۴ منہج ۱۲۸ ۱۱۵ حیاتہ ۹۴
۱۱۶ المطبعۃ الماجدیہ، مکہ المکرمہ، ۱۳۵۲ھ ۱۱۷ مطبعہ محمود آفندی توفیق الکتبی، القاہرہ ۱۳۵۵ھ ۱۱۸ مطبعۃ محمد علی صبیح واولادہٗ، القاہرہ ۱۳۷۰ھ، طبع سوم ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء ۱۱۹ منہج ۱۴۴، ۱۴۸-۱۴۹ ۱۲۰ حاشیہ نمبر ۵
۱۲۱ منہج ۱۵۲-۱۵۳ ۱۲۲ حواشی نمبر ۷، ۸، ۹ ۱۲۳ البدایہ ۹/۱۹۲-۲۱۹ مطبعۃ العلوم، القاہرہ ۱۳۵۸ھ
۱۲۵ موسسۃ علوم القرآن، دمشق اور مکتبہ دار التراث، المدینہ المنورہ، ۱۳۹۹-۱۴۰۰ھ طبع سوم ۱۴۰۲-۱۴۰۳ھ
۱۲۶ منہج ۱۵۴ ۱۲۷ دار الکتاب الجدید، بیروت ۱۹۶۱ء ص۱۱ ۱۲۸ جمعیۃ النشر والتالیف الازہریہ مطبع ابی الہول، القاہرہ ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء ۱۲۹ الاجتہاد ص۵ ۱۳۰ منہج ۱۵۷ ۱۳۱ کشف الظنون لحاجی خلیفہ ۱/۱۰ آداب اللغۃ العربیہ لجرجی زیدان، ۳/۲۰۹، حیاتہ ۱۱۳-۱۱۴ ۱۳۲ منہج ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵ ۱۳۳ ایضاً ۱۵۶ ۱۳۴ مخطوطات طبقات الشافعیہ — مخطوطہ چیسٹر بٹی لائبریری، ڈبلن، آئرلینڈ، مورخہ جمادی الثانیہ ۷۴۹ھ مکہ مکرمہ، (فہرست کتب خانہ مذکور ۲/۶۱) اس کی فوٹو کاپی ڈاکٹر عبد العلیم خاں، (شعبۂ دینیات، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) کے پاس ہے — مکہ مکرمہ کے ایک فاضل کا مخطوط، جس کی نقل قاہرہ کے ڈاکٹر محمد صادق کے پاس ہے (المؤرخون الدمشقیون ص۵۶) — مخطوط مکتبۃ الکتانی فاس، مراکش، مورخہ ۷۴۶ھ، اس کی ابتدا میں ابن کثیر کے ہاتھ سے قلیوبی، اور اس کے کاتب لشتونی کی اجازت لکھی ہوئی ہے۔ — اسی کتب خانہ میں ایک اور قلمی نسخہ مشرقی خط میں ہے (نوادر المخطوطات فی المغرب لصلاح الدین المنجد، مجلہ معہد المخطوطات العربیہ ۱/۵، مئی ۱۹۵۹ء، ۱۸۴، ۱۸۸) — مذکور کتب خانہ کے مخطوطہ کا فوٹو ۱۱۱ ورقات میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں موجود ہے۔ — مخطوط معہد المخطوطات، جامعۃ الدول العربیہ (الفصول فی سیرت الرسولؐ ص۵۰) وغیرہ ۱۳۵ تذکرہ: طبقات السبکی ۶/۱۰۳، طبقات ابن قاضی شہبہ ۳/۱۲۵ حاشیہ ۹، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اہل التاریخ للسخاوی، مطبعۃ العانی، بغداد ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء، ۱۸۸، ۶۲۶، حیاتہ ۱۲۵ ۱۳۶ اخبار التراث

العربی، معہد المخطوطات العربیہ، الصفاۃ، الکویت، شمارہ ۲، محرم ـ صفر ۱۴۰۳ھ / نومبر ـ دسمبر ۱۹۸۲ء ص ۲۰
؎۱۳۷ مسانید الشیخین کو اگرچہ ہم نے الگ الگ دو کتابیں مانا ہے، لیکن ان کی سیرت وفضائل کو ان ہی مسندوں کے ابتدائی تعارفی حصے تصور کیا ہے، اس لحاظ سے یہ پانچ کتابیں نہیں، بلکہ صرف ڈھائی کتابیں ہوتی ہیں (حیاۃ ۱۲۶ ـ ۱۲۸)
؎۱۳۸ الاحکام الصغری اور احکام التنبیہ کو ہم نے ایک ہی کتاب کے دو نام تصور کیا ہے (حیاۃ ۱۲۴ ـ ۱۲۶)
؎۱۳۹ ہمارے نزدیک اس کتاب کا نام شرح التنبیہ تھا جس میں احادیث کی تخریج بھی شامل تھی (حیاۃ ۱۳۶ ـ ۱۳۷) لیکن الفصول فی سیرۃ الرسولؐ کے محققین کے نزدیک شرح وتخریج اور احکام کا بیان ایک ہی کتاب میں ہو سکتا ہے (ص ۵) ہمارے خیال میں یہ بات قابلِ قیاس ہے، اس پر بھی غور کرنا چاہیے۔ ؎۱۴۰ السیرۃ المطولۃ سے مراد اگر البدایہ والنہایہ میں موجود مفصل ترین سیرت ہی ہے، جیسا کہ مصطفیٰ عبدالواحد کا خیال اور ہمارا رجحان ہے (تقدیم السیرۃ النبویہ ۱/۱۲ ـ ۱۳، تقدیم شمائل الرسول الف، حیاۃ ۱۰۷ ـ ۱۰۸)، تو اس کو الگ سے دوبارہ شمار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں یہ مناسب ہے کہ اس کا تذکرہ البدایہ والنہایہ سے ماخوذ مطبوعہ کتابوں میں ہو، جیسا کہ اس مقالہ میں ہم نے کیا ہے۔ ؎۱۴۱ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ ابن کثیر نے اپنے استاد امام ابن تیمیہ کی سیرت لکھنے کا خیال ضرور ظاہر کیا تھا، لیکن اس کی کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ بالفعل انھوں نے اس کو ترتیب دیا ہو، اس لیے اس کا نام بھی ان کی مؤلفات کی فہرست میں شامل کرنا محلِ نظر ہے (حیاۃ ۱۴۷ ـ ۱۴۸) ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کو ان کے مجوزہ کاموں میں درج کیا جائے، ؎۱۴۲ الاعلان بالتوبیخ لمن ذمّ اہل التاریخ للسخاوی، مطبعۃ العانی بغداد ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء، ص ۱۸۶ ؎۱۴۳ الجواہر والدرر للسخاوی فی آخر کتاب الاعلان المذکور، ص ۲۶۹
؎۱۴۴ البدایہ ۱۴/۳۰۵، ۳۰۷، ۳۱۴ ـ ۳۱۸، ۲۲۱ ـ ۲۲۲۔ ان امیر کے تذکرہ کے لیے دیکھیں الدرر ۴/۳۶۷
؎۱۴۵ ایضاً ۳/۳، ۵/۴۷، ۱۴۹، حیاۃ ۱۴۲ ؎۱۴۶ اس کتابچہ کا پورا نام جزء فی الرد علی کتاب رفع الجزیۃ عن یہود خیبر ہونا چاہیے تھا، تاکہ اس کے مواد کی وضاحت ہو سکتی۔ ہم نے اس کا نام بطلان وضع الجزیۃ عن یہود خیبر تجویز کیا تھا۔ حیاۃ ۱۴۳ ـ ۱۴۵۔
؎۱۴۷ کشف الظنون ۲/۱۰۰۲ ؎۱۴۸ الفصول ۵۳ ؎۱۴۹ حیاۃ ۱۴۰ ؎۱۵۰ البدایہ ۴/۹۰ ـ ۹۱ اور حیاۃ ۱۴۲ ـ ۱۴۳ ؎۱۵۱ ایضاً ۵/۳۰۴ اور حیاۃ ۱۴۵۔ ؎۱۵۲ ایضاً ۵/۲۵۴، ۸/۲۱، ۱۱۹ اور حیاۃ ۱۴۵ ـ ۱۴۶۔ ؎۱۵۳ ایضاً ۶/۲۴۶ ـ ۲۴۸ اور حیاۃ ۱۴۶

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی نئی پیشکش
THE ISLAMIC ECONOMIC ORDER مصنف ـ مولانا صدرالدین اصلاحی مترجم: ڈاکٹر عبدالعزیز منظر
قیمت ۵ روپئے
ملنے کا پتہ: ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی ـ پان والی کوٹھی ـ دودھ پور ـ علی گڑھ